مولانا محبوب الٰہی

خانقاہ سراجیہ اور سید الاحرار رحمتہ اللہ علیہ

خانقاہ سراجیہ مجددیہ کندیاں شریف ضلع میانوالی۔ برصغیر پاک و ہند کے عظیم روحانی و علمی مراکز میں سے ایک ہے۔ اس خانقاہ کی بنیاد ۱۹۲۰ء میں امام العلماء والصوفیاء حضرت مولانا ابو اسعد احمد خان رحمتہ اللہ علیہ نے رکھی۔ ۱۹۴۱ء میں آپ کی رحلت کے بعد آپ کے نامزد جانشین امام نقشبندیہ، حضرت ثانی مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی رحمتہ اللہ علیہ (فاضل دارالعلوم دیوبند) نے مسند ارشاد کو زینت بخشی۔ پھر حضرت ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے وصال (۱۹۵۶) کے بعد برکتہ العصر حضرت الشیخ مولانا خواجہ خان محمد فیوضہم سجادہ نشین ہوئے۔

خانقاہ کے بزرگان کو شروع دن سے مجلس احرارِ اسلام کے اراکین ومعاونین، اس کے اکابر اور خصوصاً سید الاحرار حضرت امیرِ شریعت رحمتہ اللہ علیہ سے شفقت و محبت اور ہمدردی و تعاون پر مبنی خاص تعلق رہا ہے۔ الحمد للہ یہ تعلق آج بھی قائم و دائم ہے۔

خانقاہ کی مطبوعہ تاریخ "تحفہ سعدیہ" میں حضرت امیر شریعت اور احرار کے حوالہ سے کئی تاریخی باتیں محفوظ کردی گئی ہیں۔ ذیل میں ایسی تمام روایات کو مرتب انداز میں پیش کیا جارہا ہے (ادارہ)

حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری کی خانقاہ سراجیہ میں تشریف آوری: حضرت انور شاہ صاحب کشمیری مولانا حسین علی صاحب کی دعوت پر میانوالی تشریف لائے۔ تشریف آوری کا مقصد بعض فروعی مسائل شرعیہ پر تصفیہ و تحقیق تھا۔ اس اجتماع میں مولانا بدرعالم، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی، مولانا مرتضیٰ حسن، سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمہم اللہ اور دیگر اکابر علماء شریک تھے۔ حضرت مولانا احمد خان صاحب کی ملاقات کے لیے میانوالی تشریف لے گئے اور خانقاہ سراجیہ آنے کی دعوت دی جسے حضرت انور شاہ صاحب نے قبول فرمالیا۔ علامہ کشمیری کی موجودگی میں مولانا حسین علی صاحب نے فرمایا کہ حضرت احمد خان صاحب میرے پیر بھائی اور ہم مسلک ہیں مگر بدعات کی تردید میں شدت اختیار نہیں کرتے حالانکہ قرآن عزیز میں وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ کی نص قطعی موجود ہے۔ حضرت اعلیٰ نے فرمایا کہ یہ آیۂ مبارکہ جہاد سے متعلق ہے اور اس کا مصداق کفار ہیں جن پر شدت کا حکم دیا گیا ہے۔ مگر دین کی تبلیغ و اشاعت کے سلسلہ میں فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا کا ارشاد ہے۔ علامہ کشمیری نے اعلیٰ حضرت کی رائے مبارک سے اتفاق فرمایا۔

حضرت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ کے لیے دُعا: حضرت خان محمد صاحب قبلہ سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ نے بیان فرمایا کہ حضرت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ راولپنڈی جیل میں اسیر تھے وہاں مولانا ظہور احمد صاحب بگوی بھیروی نے ان سے ملاقات کی۔ شاہ جی نے مولانا کے ہاتھ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ آپ زندہ ہوں

اور میں جیل کی کال کوٹھڑیوں میں بند رہوں، یہ بات مناسب نظر نہیں آتی۔ مقصود رہائی کے لیے دُعا کی درخواست تھی حضرت سجادہ نشین نے فرمایا کہ میں ان ایام میں بھیرہ میں درسیاتِ عربیہ کا طالب علم تھا۔ مولانا موصوف نے یہ پیغام مجھے پہنچایا۔ میں اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور شاہ جی کا پیغام دیا۔ حضرت اعلیٰ نے فرمایا اگر علالتِ طبعی حائل نہ ہوتی تو میں شاہ جی کو ایک دن بھی جیل میں نہ رہنے دیتا۔ اس کے بعد لدھارام والے مشہور کیس کی سماعت شروع ہوئی یہ اعلیٰ حضرت کی توجہ اور دُعا کی تاثیر تھی کہ شاہ صاحب نے اس اسیری اور بھیانک سازشوں پر مبنی مقدمہ سے نجات پائی۔

<u>اصل فتنہ کی نشاندہی</u> : جن ایام میں مسجد شہید گنج کی تحریک زوروں پر تھی اور اہلِ اسلام میں ہر فرد ولولہ و جوش کا مرقع تھا، حضرت اعلیٰ نے مجلسِ احرار کو ایک گرامی نامہ تحریر فرمایا جس میں لکھا کہ مسجد شہید گنج اگر مسلمانوں کے ہاتھ سے چلی جارہی ہے تو اس کا غم نہ کریں، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مساجد پھر بھی تعمیر کی جاسکیں گی۔ ان کی حیثیت بہرحال میں ثانوی ہے۔ اسلام کے تحفظ و بقا کو اولیں اہمیت حاصل ہے اور اصل فتنہ موجودہ دور میں مرزائیت کا ہے جو وجودِ اسلام کو مٹانا چاہتا ہے، اس کے خلاف جہاد جاری رکھنا چاہیے۔ اگر اسلام محفوظ رہا تو مساجد کی کمی نہ رہے گی۔ لہٰذا بقائے اسلام کی خاطر اپنی تمام کوشش و ہمت کو مبذول کرنا چاہیے۔

مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانویؒ، حضرت عطاءاللہ شاہ صاحب بخاریؒ اور دیگر اکابرِ احرار فرمایا کرتے تھے کہ حضرت عبدالقادر رائے پوری اور حضرت اعلیٰ مولانا احمد خان صاحب وہ مبارک ہستیاں ہیں جنھوں نے مسجد شہید گنج کے سلسلہ میں ہمیں صحیح مشورے دیے اور ہمیشہ ہماری حوصلہ افزائی فرمائی۔

<u>تحفظِ ختمِ نبوت سے والہانہ لگاؤ</u> : حضرت اقدس مولانا محمد عبداللہ اسلام اور داعیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حرمت و ناموس کو عقیدۂ ختمِ نبوت کی اساس سمجھتے تھے۔ چنانچہ آپ اس عقیدہ کو ایمان کا موقوف علیہ تصور فرماتے ہوئے اس کے تحفظ کے سلسلہ کو حرزِ جان کی طرح اولین اہمیت دیتے تھے۔ ختمِ نبوت کے منکروں، اس عقیدہ میں من گھڑت تاویلات کرنے والوں اور جعلی نبوت کے قائلین کو اسلام کا سب سے بڑا دشمن گردانتے تھے۔ ۱۹۵۳ء میں جب تحریکِ ختمِ نبوت اُبھری، تو آپ نے اس کی پوری طرح پشت پناہی فرمائی۔ عقیدۂ حق کا اعلان کرنے والوں کی گرفتاریاں شروع ہوئیں اور ان پر گولیاں برسنے لگیں۔ جہاں جہاں آپ کے متوسلین تھے، انھوں نے اس تحریک میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ خود آپ نے مرکز میں رہ کر اس تحریک کی قیادت فرمائی۔ موجودہ سجادہ نشین حضرت خان محمد صاحب قبلہ کو برملا اعلانِ حق کرنے اور میانوالی اجلاس منعقد کرنے کے لیے بھیجا۔ حضرت قبلہ تعمیلِ ارشاد کے پیشِ نظر قید و بند کی صعوبتوں سے بے نیاز میانوالی

تشریف لے گئے اور خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر دیا۔ پہلے میانوالی جیل میں رہے۔ پھر بورسٹل جیل لاہور منتقل کر دیے گئے۔ بعد ازاں اس تحریک کو دبانے کے لیے اس دور کے وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین نے حدود لاہور میں جو تحریک کا سب سے بڑا عملی مرکز تھا، مارشل لاء نافذ کر دیا۔ مولینا غلام غوث ہزاروی علیہ الرحمۃ کے متعلق حکم دے دیا گیا کہ جہاں ملیں، انھیں گولی مار دی جائے۔ مولنا ہزاروی حضرت اقدس کے حلقۂ ارادت میں شامل تھے۔ آپ کو ان کی حفاظتِ جان کی فکر ہوئی۔ انھیں لاہور سے خانقاہ شریف خاص حکمتِ عملی سے لایا گیا۔ پھر کسی محفوظ و مخفی مقام پر حالات درست ہونے تک رکھا گیا۔ پھر جب لاہور میں اس تحریک کے سلسلہ میں تحقیقاتی کمیشن بیٹھا تو منکرین ختم نبوت کے خارج از اسلام ہونے اور عقیدۂ ختم نبوت کو اسلام کا بنیادی عقیدہ ثابت کرنے کے لیے علمائے اسلام کا بورڈ حکیم عبدالمجید صاحب سیفی کے مکان بیڈن روڈ پر بیٹھا۔ متعلقہ کتب فراہم کی گئیں۔ تحریکِ مرزائیت لعن اللہ بانیہا سے متعلق تمام لٹریچر جمع کیا گیا۔ علمائے کرام ختم نبوت کے عظیم الشان مسئلہ کے اثبات میں کتابوں سے حوالے تلاش کر کے فراہم کرتے رہے۔ حتیٰ کہ مودودی جماعت کے افراد بھی حکیم عبدالرحیم اشرف لائلپوری کی سرکردگی میں اس مرکزِ تحقیق سے اپنے لیے کارآمد مواد حاصل کر کے لے جایا کرتے تھے۔

حضرت قبلہ کی اسیری: ۱۹۵۳ء میں تحریکِ ختم نبوت نے زور پکڑا تو امتِ مسلمہ کے ہر فرد و بشر نے جذب و مستی سے سرشار ہو کر اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جاں نثارانِ حضرت ختمی مرتبت، فدایانِ ناموسِ رسالت، عاشقانِ رحمۃ للعالمین علمبردارانِ پیغامِ آخریں دریائے خوں سے گزر کر تاریخِ امت میں ایک نئے باب کا اضافہ کر رہے تھے اور اپنی جاں سپاری سے روایاتِ عشق و محبت کو دوام بخش رہے تھے۔

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ یثرب کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

اس سلسلے میں علمائے کرام کی گرفتاریاں شروع ہوئیں۔ حضرت قبلہ خان محمد صاحب جیسا کہ اجمالاً مذکور ہو چکا ہے حضرت ثانیؒ کے ارشاد سے میانوالی تشریف لے گئے اور اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کیا۔

اے عاشقانِ ختمِ نبوت بشارتے
زنداں دہد بہ صدقِ شما ہم شہادتے

چنانچہ آپ ۵ اپریل ۱۹۵۳ء کو سیفٹی ایکٹ کے تحت گرفتار ہونے کے بعد میانوالی جیل بھیج دیے گئے اور ۲۵ اپریل ۵۳ء کو میانوالی سے سنٹرل جیل لاہور منتقل کر دیے گئے۔ ۲۸ اپریل ۱۹۵۳ء کو بورسٹل جیل جانا پڑا۔ جہاں سے پھر ارباب

بست وکشاد نے ۱۱ اگست کو سنٹرل جیل منتقل کر دیا۔ جب سنٹرل جیل کی کال کوٹھڑیوں میں آپ اسیری کے ایام بسر کر رہے تھے، آپ سے متصل احاطہ میں درج ذیل حضرات اسیر تھے:۔

۱۔ امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ مولٰنا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ مولٰنا ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ

۴۔ مولٰنا ابوالحسنات کے صاحبزادے مولٰنا خلیل احمد صاحب مدظلہ

۵۔ مولٰنا عبدالحامد بدایونی صاحب

۶۔ صاحبزادہ فیض الحسن صاحب

۷۔ مولٰنا عبدالستار خان صاحب نیازی

۸۔ جناب سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب

۹۔ جناب تقی علی نقی صاحب وغیرہم

اس دور کا ایک دلچسپ واقعہ خود حضرت قبلہ نے بیان فرمایا کہ ایام اسیری میں عیدالاضحیٰ آگئی اور ہم سب حضرت شاہ جیؒ کی زیارت کے لیے ان کے احاطہ میں چلے گئے۔ اسی اثناء میں مودودی صاحب، نصراللہ خان عزیز اور تقی علی نقی صاحب بھی حضرت شاہ جیؒ سے ملنے کے لیے آ گئے۔ آپ انہیں باوقار انداز سے ملے اور خیر و عافیت پوچھی۔ مودودی صاحب کو پنڈلی پر پھوڑے اور پھنسیاں نکلی ہوئی تھیں۔ شاہ جیؒ نے دیکھا تو از خود علاج تجویز فرمایا کہ فینائل پانی میں گھول کر لگائیں ان شاء اللہ آرام آ جائے گا۔ چند لمحوں بعد مودودی صاحب اپنے ہمراہیوں سمیت اٹھ کھڑے ہوئے اور رخصت چاہی شاہ جیؒ اور آپ کے عقیدت مند بھی ان حضرات کی مشایعت کے لیے چل پڑے۔ شاہ جیؒ نے مودودی صاحب سے چلتے ہوئے دریافت کیا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں۔ مودودی صاحب نے جواب دیا کہ میں احاطہ بم کیس جا رہا ہوں۔ وہاں دوستوں نے نماز عید کا اہتمام کیا ہوا ہے۔ اس پر شاہ جیؒ نے پوچھا کیا جیل میں نماز عید جائز ہے؟ مودودی صاحب نے جواب دیا کہ اگر کوئی پڑھ لے تو ہو جاتی ہے، نہ پڑھے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ شاہ جیؒ نے فرمایا کہ یہ تو کوئی فتویٰ نہ ہوا۔ اس کے بعد مودودی صاحب نے کہا کہ میں یہاں جیل میں جمعہ نہیں پڑھتا۔ شاہ جیؒ نے جواب دیا کہ جمعہ تو میں بھی نہیں پڑھتا۔ مگر میرا نہ پڑھنا حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ کی تقلید کے باعث ہے اور آپ میں رگ دوسری ہے۔ شاہ جیؒ کے اس تبصرے پر مودودی صاحب بھنا گئے اور آگے چل دیے۔